

اچھی معاشرت، چند پہلو!

محمد اسلام عمری

ذکر الہی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ مَا مِنْ قَوْمٍ يَقُومُونَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ فِيهِ إِلَّا قَامُوا عَنْ مِثْلِ حَبِيقَةِ حِمَارٍ وَكَانَ لَهُمْ حَنْزَرَةٌ (ابوداؤد، کتاب الادب، باب كراهية ان يقوم الرجل من مجلسه) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بھی قوم کسی مجلس سے اٹھے، اس میں اللہ کا ذکر نہ کیا ہو، وہ گویا مُردار گدھے کی لاش سے اٹھی ہے۔ ان پر ذکر الہی نہ کرنے کا افسوس رہے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ فہم قرآن و حدیث کے لیے مجلسیں بنا کر کسی ایک جگہ جمع ہوتے تھے، جہاں وہ مختلف ملی، سماجی اور دینی مسائل پر گفتگو کرتے۔ ہر ایک کی حالت سے واقفیت بھی حاصل کرتے تھے۔ اس سلسلے میں حدیث جریل کو واضح مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت صحابہ کرامؓ آپ کے پاس بیٹھ کر دین کی باتیں سیکھ رہے تھے۔

حدیث کے بین السطور سے واضح ہو رہا ہے کہ ان کی مجلسیں اللہ اور اس کے رسول کے ذکر سے خالی نہیں ہوتی تھیں۔ اس لیے آپ نے یہ انتباہ دیا کہ اگر کوئی مجلس ایسی ہو، جس میں اللہ اور اس کے رسول کا تذکرہ نہ آئے، تو وہ مجلس مُردار گدھے کی لاش کی مانند ہے۔ آں حضور کے فرمان کا مقصد یہ تھا کہ مجلسیں خیر و برکت کے لیے ہوں۔ ان میں اتحاد و اتفاق اور اجتماعیت کی باتیں ہوں۔ یہ نہ ہو کہ وہاں معاشرے کے افراد کی بُرائیاں بیان کی جائیں، ایک دوسرے کی غیبت ہو اور

لغو باتوں میں وقت ضائع جاتا ہو۔ ذکر اللہ سے مراد روایتی ذکر نہیں ہے بلکہ اس میں ہر وہ کام شامل ہے، جو اللہ کے دین کی سر بلندی کے لیے کیا جائے۔ دینی مسائل کی تفہیم، ملت کی فلاح و بہبود کے لیے منصوبہ بندی اور تعلیم و تربیت کا پروگرام جیسے اہم امور اس میں شامل ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کا جو معمول تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو باقی رکھنا چاہتے تھے۔ آپؐ نہیں چاہتے تھے کہ صحابہؓ کہیں غفلت کا شکار ہو کر مجلسوں کو صرف دنیاوی یا خلاف شریعت باتوں کے لیے استعمال کرنے لگیں۔ اس سے روکنے کے لیے آپؐ نے تمثیلی انداز میں اس طرح بیان فرمایا تھا۔ مراد یہ ہے کہ مجلس میں خیر کی باتیں نہ ہونے پر افسوس ہونا چاہیے۔ آج ہم کو غور کرنا ہے اور اپنے رویے پر نظر ثانی کرنی ہے کہ ہماری مجالس کیسی ہوتی جا رہی ہیں۔ خلاف شرع مجلس کو شریعت کے مطابق بنانے کی فکر کرنی چاہیے۔

دنیا سے تعلق

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ عَلَىٰ حَصْبِيٍّ فَقَاَهُ وَقَدْ أَتَرَ فِي جَنْبِهِ فَعَلْنَا يَا رَسُوْلَ اللَّهِ لَوْ اِتَّخَذْنَا لَكَ وِطَاءً فَقَالَ مَالِي وَلِلدُّنْيَا مَا آتَانِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَنْظَلْتُ تَحْتِ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَ كَهَا [ترمذی، ابواب الزهد، حدیث: ۲۳۵۶]

حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر سو گئے، جب بیدار ہوئے تو پہلو پر نشانات تھے۔ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر آپؐ اجازت دیں تو ہم آپؐ کے لیے بستر تیار کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا: میرا دنیا سے کیا تعلق، میں تو دنیا میں صرف اس راہی کی طرح ہوں، جو آرام کی خاطر کسی درخت کے نیچے رکھا پھر آرام کیا اور چلتا بنا۔

قرآن و حدیث کے اسلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی بہ نسبت آخرت کی زندگی طویل اور دیر پا ہے۔ اس لیے اخروی زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے کی بار بار ترغیب دی گئی ہے۔ دنیوی زندگی کو دارالعمل کہا گیا۔ یہاں بندہ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارے، اچھے اور بہتر اعمال کرے، اس کا اچھا بدلہ اس کو آخرت میں ملے گا۔ قیامت کے بعد آنے والی اخروی زندگی کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے۔ ظاہر ہے کہ جو چیز زیادہ اہم ہوتی ہے، اسی اعتبار سے اس کی تیاری کی جاتی ہے۔

اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ دُنیا کو کس طرح برتتے تھے اور صحابہ کرامؓ کو بھی اسی کی تعلیم دیتے تھے۔ اس حدیث میں آپؐ نے دُنیا و آخرت کی زندگی کو تمثیلی انداز میں پیش کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دُنیا کی زندگی اس قدر مختصر ہے، جس طرح ایک راہ گیر چلتے چلتے تھک کر کسی درخت کے زیر سایہ آرام کرنے کے لیے رُکے، تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد پھر راستہ لے لے۔ سفر میں آدمی کا زیادہ وقت سفر میں گزرتا ہے۔ چوبیس گھنٹے میں چند گھنٹے ہی وہ آرام کرتا ہے۔ یہی حال دُنوی زندگی کا ہونا چاہیے کہ آدمی حرکت میں رہے، نیک اعمال کا ذخیرہ کرے تاکہ اُخروی زندگی میں اس سے زیادہ فائدہ اُٹھا سکے۔

اس تمثیل کے مطابق دُنوی زندگی بہت تیزی سے گزر رہی ہے۔ زندگی ختم ہونے سے پہلے نیک اعمال کر لینے چاہئیں۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کے اس طرزِ عمل کو دیکھ کر حضرت ابن عمرؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر آپؐ اجازت دیں تو آپؐ کے لیے نرم و ملائم اور آرام دہ بستر تیار کر دیا جائے تو اس موقع پر آپؐ نے ان سے فرمایا: ہمارا دُنیا سے کیا لینا دینا ہے، ہمارا دُنیا سے بس اس قدر تعلق ہے جتنا ایک راہی راستے میں آرام کرنے کے لیے کسی درخت کے زیر سایہ قیام کرے اور پھر اپنی راہ لے۔ ہم کو دُنیا سے لو نہیں لگانا ہے۔ ہم تو آخرت کے طالب ہیں۔ آخرت دُنیا کی سوکن ہے، دونوں ایک ساتھ کیسے جمع ہو سکتی ہیں۔

ضبطِ نفس

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ (صحيح البخاري، كتاب الادب، باب الحذر من الغضب، حديث: ۵۷۶۹) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلوان وہ نہیں جو مقابلہ جیت لے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔

اس حدیث میں حقیقی بہادری کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ کہیں تو ی مومن کو ضعیف مومن سے بہتر قرار دیا گیا ہے اور ایسے طریقے بتائے گئے، جن سے جسمانی قوت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن

حقیقی قوت غصے کے وقت نفس کو قابو میں رکھنا ہے ورنہ پہلو ان اسی کو کہا جاتا ہے جو اپنی طاقت و قوت کے بل پر اپنے مد مقابل کو بچھاڑ دے۔ غصے کے وقت چہرہ سرخ ہو جانے کے باوجود جو ضبط نفس سے کام لے، دراصل وہی پہلو ان ہے۔

انسان غصے کی حالت میں ایسے کام کر بیٹھتا ہے جس پر بعد میں وہ بہت نادم ہوتا ہے۔ بسا اوقات جب وہ غصے پر قابو نہیں رکھ پاتا تو ایسے نقصانات سے دوچار ہو جاتا ہے کہ جن کی تلافی بڑی مشکل سے ہو پاتی ہے۔ مشاہدہ بتاتا ہے کہ غصے کی حالت میں آدمی دوسرے کو برا بھلا کہہ دیتا ہے، باہم گالم گلوچ کر لیتا ہے اور شدید غصے میں دوسرے کو مار بھی دیتا ہے، سامان کو توڑ پھوڑ دینا اور نقصانات کر دینا اس حالت میں معمولی کام سمجھا جاتا ہے۔

احادیث میں غصے پر قابو پانے کی مختلف ترکیبیں بتائی گئی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے چاہیے کہ بیٹھ جائے اور پانی پی لے۔ جہاں تک ہو سکے غصے کو پی جانے کی کوشش کرے تاکہ فوری طور پر طاری ہونے والی غصے کی کیفیت سے دیر پا نقصانات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے۔

شیطان کھلم کھلا انسان کا دشمن ہے۔ اس لیے وہ ایسے حربے استعمال کرنے سے نہیں چھوکتا جس میں انسان کا سراسر خسارہ ہو۔ نفس کو بے قابو کر دینا اس کی عین خواہش ہوتی ہے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نرمی و نرم گفتاری کو پسند فرمایا ہے۔ معافی و درگزر کی ترغیب دی ہے۔ یہ ساری خوبیاں غصہ کو پیدا ہی ہونے نہیں دیتی ہیں۔

معاشرے کا مفاد جہاں بہت سی خوبیوں کے اختیار کرنے میں ہے، وہیں بہت سی برائیوں سے دور رہنے میں بھی ہے۔ غصہ بہر حال ایک برائی ہے۔ معاشرے کو اس سے پاک رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اس سے کوسوں دور رہے۔ غصے کے وقت نفس کو قابو میں رکھنا بڑی خوبی کی بات ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر معاشرے کے سبھی افراد اسلام کی تعلیم اور مزاج سے بخوبی واقف ہو جائیں اور اس کے مطابق زندگی گزارنے لگیں تو معاشرے کو مثالی بننے میں دیر نہیں لگے گی۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو غصے پر قابو پانے کی صلاحیت عطا فرمائے، آمین!